© rasailojaraid.com

امت مسلمہ اور انتہاپسندی

دوسری عالم گیر جنگ کے بعد خیال کیا جاتا تھا کہ اب دنیا کے سیاست دان، دانش ور اور علمائے دین و فلسفہ مل کر کسی ایسے اجتماعی نظام کی تلاش میں کامیاب ہو جائیں گے، جو پوری انسانی جماعت کو امن و آشتی کی نئی صبح طلوع ہونے کی خوش خبری سنائے گا اور سب انسانوں کو ان کی گوناگوں ثقافتوں، قومیتوں، زبانوں اور مذاہب کے ساتھ، پرامن اور خوش حال زندگی بسر کرنے کا حق دے گا، لیکن صد افسوس! کہ بہ وجوہ ایسا نہ ہوسکا اور انسان، خاص طور پر مغربی سیاست دوسری جنگ کی ہوک ناک تباہیوں سے کوئی سبق یا عبرت حاصل کرنے میں یک قلم ناکام رہی۔ چنانچہ ہم نے دیکھا کہ دنیا کی دو بڑی طاقتوں نے U.N اور اس کے عمدہ منشور کے باوجود ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لیے سرد جنگ کا آغاز کیا اور اپنے اپنے حلقہ ہائے اثر کو بڑھانے کے لیے توڑ پھوڑ کی پالیسی اختیار کی، جس کے نتیجے میں دنیا میں متعدد حکومتوں کے تختے الٹے گئے۔ خانہ جنگیاں کرائی گئیں اور پوری دنیا پر سیاسی و اقتصادی تسلط قائم کرنے کے لیے مہلک جنگی ہتھیاروں کی تیاری پر قومی وسائل کو ضائع کیا گیا، جس پر نہ صرف اہل مشرق بلکہ مغرب کے دانشوروں اور فلسفیوں نے بھی موثر صدائے احتجاج بلند کی، اور دنیا کو باور کرایا کہ ایک نئی جنگ پوری انسانی تہذیب کو مکمل طور پر تباہ کردے گی، زمین پر بسنے والا انسان ختم ہو جائے گا اور اگر کوئی بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا، تو وہ مردوں پر رشک کرے گا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سرد جنگ اور ایٹمی ہتھیاروں کی دوڑ میں بالآخر سویت یونین نے ۱۹۹۰ء میں دم توڑ دیا' جسے مغربی طاقتوں اور مغربی جمہوریت کے پرستاروں نے "لبرل ڈیموکریسی" کی فتح قرار دیا' لیکن وقت نے جلد ہی یہ راز فاش کر دیا کہ مغربی دنیا اور اس کے عشاق کی یہ ساری خوشیاں اور فتح و نصرت کے ترانے قبل از وقت تھے۔ چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ "لبرل ڈیموکریسی" کے ہاتھوں انسان کو کیا کیا دکھ اٹھانے پڑے۔ مثلاً یوگوسلاویہ میں کمیونزم کو پسپا ہونا پڑا اور اس کی ریاستوں' خاص طور پر بوسنیا میں چار سال تک اس بدنصیب سرزمین پر مسلم خواتین' بچوں اور بوڑھوں کا خون سرب نازیوں کے ہاتھوں بہتا رہا اور "لبرل ڈیموکریسی" کی علم بردار حکومتیں خاموشی سے یہ تماشا دیکھتی رہیں اور نہتے مسلمانوں کو یہ حق دینے پر تیار نہ ہوئیں کہ وہ اپنے دفاع میں باہر سے ہتھیار خرید سکیں حتیٰ کہ اقوام متحدہ نے "محفوظ علاقوں کی اصطلاح" بھی وضع کی اور کہا کہ سرب نازیوں کو ان پر حملہ کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ لیکن گزشتہ جولائی میں ان "محفوظ علاقوں" پر سرب حملہ ہوا اور یو۔ این او ریو۔ ایس کے بعض ذمہ دار افسروں نے یہ کہہ کر مسلمانوں کو تقدیر کے حوالہ کر دیا کہ ان کا دفاع ناممکن ہے اور یوں ہٹلر دوزخ مقام کو زندہ کر کے نہتے مسلمانوں کو سرب نازیوں کے حوالے کر دیا گیا۔ آخری وقت پر سربوں کے خلاف نیٹو کے جنگی طیارے حرکت میں آئے' تو اس کا مقصد خالص سیاسی تھا' اخلاقی نہیں تھا۔ مقصد سے قطع نظر' یہ عمل اپنی جگہ پر قابل ستائش تھا۔ یہاں ہم نے روس کے ہاتھوں چیچنیہ اور مغرب کے ہاتھوں اہل عراق کی بربادی کا ذکر چھوڑ دیا ہے' غرضیکہ دوسری عالم گیر اور سرد جنگ کے بعد۔ جس کی ذمہ داری خود پہلی جنگ عظیم کے فاتح اقوام پر عائد ہوتی ہے' جنہوں نے بہ قول فشر (Fisher) فتح کے نشے میں مفتوح قوموں (جرمنی اور ترکی) پر عدل و انصاف سے عاری معاہدے ٹھونسے۔ دنیا نے امن و آشتی کا سنہری موقعہ کھو دیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوسری جنگ کے بعد روس اور مغربی حکومتوں نے، جنہیں عالمی سیاست میں ایک مطلق العنان بادشاہ کی حیثیت حاصل تھی، دنیا میں صحت مند اخلاقی بنیادوں پر کوئی سیاسی نظام قائم کرنے کی کوشش نہیں کی۔ بے شبہ اگر اجتماعی سطح پر مغربی سیاست کا اخلاقی قدروں پر ایمان ہوتا تو وہ مشرق کی سیاسی زندگی میں ایک صحت مند کردار ادا کرسکتی تھیں۔

یہ ٹھیک ہے کہ دوسری جنگ کے بعد مشرقی قوموں نے اپنی سیاسی آزادی حاصل کرلی، لیکن فکری، سیاسی اور معاشی طور پر وہ اب بھی مغرب ہی کے زیر اثر ہیں، خاص طور پر سویت یونین کے سقوط کے بعد۔ مشرق میں مغربی اقتدار کے بعد سیاسی اقتدار جن لوگوں کے پاس آیا، انہیں نہ تو اپنے اخلاقی اور روحانی ورثے کا گہرا شعور تھا اور نہ ہی انہیں ان اسباب و علل کا علم تھا جنہوں نے ایشیا کو تہذیب و تمدن کے عالمی سٹیج سے پیچھے دھکیلا تھا۔ چنانچہ اکثر حکمران نہ تو اخلاقی طور پر کوئی اچھا نمونہ پیش کرسکے اور نہ ہی عوام کے سماجی اور اقتصادی مسائل کا مداوا کرسکے۔ چنانچہ لوگوں کو اجتماعی زندگی میں بڑی ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن حکمران تھے کہ اپنی عیش کوشی اور نفس پرستی میں برابر غرق رہے اور اگر کہیں کوئی اہل جنون کوئے سیاست میں آنکلا، تو اسے سنگ محتسب کا سامنا کرنا پڑا۔

سیاسی عدم استحکام سے لوگوں کے دل و دماغ میں تحریک آزادی سے متعلق ماضی کی حسین یادیں ابھر آئیں اور یہ احساس بھی کروٹ لینے لگا کہ حصول آزادی کے لیے جو قربانیاں دی گئی ہیں، کیا وہ اس لیے تھیں کہ غیر ملکی حکمرانوں کی بجائے "کالے حکمرانوں" کی غلامی کا طوق گلے میں ڈال لیا جائے۔ یہ احساس مرور وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتا گیا کیوں کہ حکمران طبقے اور عوام کی طرز معاشرت، رہن سہن اور بود و باش میں بڑی حد تک کوئی ہم آہنگی نہیں تھی۔ ایک طرف عوام تھے، جو زندہ رہنے کے لیے جہد حیات کر رہے تھے،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوسری طرف اقتدار تھا کہ سرمست تغافل۔ اس صورت حال سے نپٹنے کے لیے بعض جماعتوں نے مذہب کے نام پر سیاسی پروگرام پیش کیے اور کرپٹ اور دنیادار قیادت کے توڑ کے لیے مذہبی انتہا پسندی کی پالیسی کو اپنایا' جسے نوجوان نسل کی ایک اچھی خاصی تعداد نے پسند کیا' کیوں کہ ان کی تربیت اخلاقی اور مذہبی فضا میں ہوئی تھی۔ لیکن صورت حال سنورنے کی بجائے بگڑتی گئی کیوں کہ نئی مذہبی سیاسی تحریک قومی اور بین الاقوامی سطح پر ایک اخلاقی طاقت کی حیثیت سے اپنا امیج (Image) قائم کرنے سے قاصر رہی۔

اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ یہ تحریک خود اپنی ہی مذہبی اور اخلاقی قدروں کا تاریخی شعور نہیں رکھتی تھی۔ یوں نظر آتا ہے کہ آج' سویت یونین کے سقوط اور مغربی سیاست کی ناکامی کے بعد وقت نے مسلم دنیا کو جو سنہرا موقعہ عطا کیا ہے' وہ مسلمانوں کے ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے' کیوں کہ حالیہ مسلم قیادت نے بھی۔ مذہبی ہو یا سیکولر۔ اسی سیاسی فکر کو اختیار کیا ہے' جس سے دنیا بیزار ہے۔ اگر مسلم قیادت سنجیدگی اور اخلاص سے اپنی سیاست کو ان خطوط پر استوار کرتی جسے تاریخ اخلاقی سیاست کے نام سے یاد کرتی ہے' اور جس کا بھرپور اظہار خلافت راشدہ اور خاص طور پر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے کامیاب سیاسی تجربوں کی صورت میں ہوا تھا' تو آج کا انسان اس سیاست کا دل و جان سے خیرمقدم کرتا۔ کیوں کہ سیاسی تاریخ کا یہ پہلا کامیاب اور انوکھا تجربہ تھا' جس کی بنیاد خدا سرشاری اور خدمت خلق پر تھی' اخوت' مساوات اور عدل و انصاف کے اصولوں کو قانونی سانچے میں ڈھالا گیا تھا اور ان کی بنیادوں پر ادارے قائم کرنے کی سعی کی گئی تھی۔ بے شبہ دنیا کے دوسرے آسمانی مذاہب نے انسان کو خداشناسی اور معرفت حق کی راہ دکھائی ہے اور مخلوق خدا سے حسن سلوک کی تلقین بھی کی ہے' لیکن یہ تلقین وعظ و ارشاد کے مقام سے کی گئی ہے' خلافت راشدہ میں پہلی بار اخوت و مساوات کے وعظ کو قانونی شکل دی گئی اور انسانی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وقار کا تحفظ ریاستی اور سرکاری سطح پر کیا گیا۔ ہرچند حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے عہد میں بعض فتنوں نے سر اٹھایا، لیکن خلافت کے بنیادی مزاج، یعنی اخوت و مساوات اور عدل و انصاف (کے اصولوں) کی بالادستی کو برابر تسلیم کیا جاتا رہا، لیکن جب خلافت نے ملوکیت کے لیے جگہ خالی کی، تو اموی اور عباسی ایوان اقتدار میں ان تمام شاہی آداب کو بھی جگہ دی گئی، جن کا تعلق اسلام اور عرب روایت کی بجائے رومن اور ایرانی شاہنشاہیت سے تھا۔ ان نئے شاہی آداب نے پہلی بار اسلام کے نظریہ اخوت و مساوات پر کاری ضرب لگائی اور مسلمانوں کو پتہ چلا کہ وہ ایران اور رومی (مشرقی) تہذیب کو فوجی شکست دینے کے باوجود خود ان کی تہذیب کا شکار ہوگئے ہیں۔ مسلم دربار میں ان شکست خوردہ تہذیبوں کے اثرات جاحظ کی "التاج" اور ابو ہلال عسکری کی کتاب "الاوائل" میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ ہرچند مسلم عربوں نے وقت کے ساتھ ساتھ مادی اور علمی طور پر بڑی ترقی کی اور دنیا نے ان کی علمی اور شاہانہ شان و شوکت کا اعتراف بھی کیا، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ تہذیب و تمدن کے ہر موڑ پر مسلمانوں نے ہمیشہ پیچھے مڑکر پیغمبر آخر الزمانؐ کی ذات گرامی، خلافت راشدہ، خاص طور پر حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ کی طرف دیکھا اور ایک نیا عزم اور حوصلہ پایا۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۹۳۰ء میں اقبال نے اپنے خطبہ الٰہ آباد میں کہا تھا کہ قیام پاکستان کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ ہے کہ اس طریق سے ہم اس دھبے کو دھو سکیں گے، جو عرب شاہنشاہیت نے اسلام کے اجلے دامن پر لگایا ہے۔ اقبال نے اسلامی سیاست کے دامن پر دھبے کو صاف کرنے کے لیے اور باتوں کا بھی اعلان کیا مثلاً وہ جاگیرداری نظام کے مخالف تھے، ان کا کہنا تھا کہ برصغیر میں اسلام کا مستقبل پنجاب کے کسانوں پر منحصر ہے۔ یا وہ سرمایہ دارانہ جمہوریت کے مقابلے میں "روحانی جمہوریت" کا لفظ بولتے ہیں۔ ایسے ہی بانی پاکستان نے مغرب کے اقتصادی نظام کو دو عالمی جنگوں کا سبب قرار دیا اور یہ کہ انسانی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسائل کو حل کرنے کی اس میں سکت نہیں' اس لیے ہمیں خود اپنے آفاقی اصولوں --- اخوت و مساوات --- پر مبنی نظام وضع کرنا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ برصغیر میں مسلمانوں کی اکثریت یہ نقطہ نظر رکھتی تھی کہ مسلمان اقبال و جناح کے افکار کی روشنی میں ایک ایسا قابل عمل سیاسی نظام مرتب کرسکتے ہیں جو نہ صرف اسلامی قدروں کا آئینہ دار' بلکہ وہ روح عصر سے بھی ہم آہنگ ہوگا اور اس کے سیاسی اور اقتصادی مسائل کا علاج' لیکن ایسا نہ ہوسکا' اس لیے کہ پاکستانی سیاست اپنی افتادِ طبع کے اعتبار سے جاگیردارانہ روایات کی پاسبان تھی' اس لیے اس کا وقت کی آزمائش پر پورا نہ اترنا محل تعجب نہیں' چنانچہ اس کی جگہ لینے کے لیے مذہبی جماعتیں پورے ساز و سامان کے ساتھ میدان سیات میں اتریں' لیکن انہیں کوئی کامیابی حاصل نہ ہوئی' لیکن ہمیں یقین ہے کہ اگر انہوں نے "روحانی سیاست" کے لیے اپنے آپ کو تیار کیا ہوتا' انتہا پسندی کی بجائے مذہب کی صحت مند روایات کا پاس کرتے ہوئے لوگوں کے مسائل کا ان کے صحیح تناظر میں ادراک کیا ہوتا اور مبہم نعروں کی بجائے حکمت' اعتدال اور عمدہ طریق سے لوگوں کی اخلاقی اصلاح کا بیڑا اٹھایا ہوتا' تو ہماری سیاست میں ایک صحت مند اخلاقی اور جمہوری روایت کا اضافہ ہوتا۔ قرآن مجید نے آں حضرت علیہ الصلاۃ و السلام سے فرمایا ہے: "لوگوں کو اپنے پروردگار کی راہ کی طرف بلاؤ' اس طرح کہ حکمت کی باتیں بیان کرو اور اچھے طریقے پر پند و نصیحت کرو۔ اور مخالفوں سے بحث و نزاع کرو' تو وہ بھی ایسے طریقہ پر جو حسن و خوبی کا طریقہ ہو۔ (سورہ النحل:۱۲۵)

قرآن مجید نے امت مسلمہ کو نیک ترین امت (امتہ وسط' خیر امتہ) کے لقب سے نوازا ہے۔ اس امت کا وظیفہ حیات دنیا میں نیکی کی تلقین اور برائی سے بچنے کی دعوت ہے۔ حق و صداقت کے ساتھ اس کے مضبوط پیمان وفا (Commitment) کی وجہ سے نوع انسانی کے لیے سچائی کی گواہی دینے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

والی یہی امت ہے۔ کیوں کہ اس کے مزاج میں اعتدال اور توازن ہے' غلو یا انتہا پسندی نہیں' جس سے قرآن نے روکا ہے۔ چنانچہ ماضی میں اسلام نے یہودیت اور نصرانیت کے دو متوازی خطوط کے درمیان اپنی جگہ بنائی اور دور حاضر میں اس نے کیتھولک اور کمیونزم کے دو روحانی اور مادی خطوط کے درمیان اپنا مقام پایا' ایک طرف اس نے اپنا رشتہ خدا سے جوڑا جو کیتھولک نصرانیت کا بھی نقطہ نظر ہے' دوسری طرف اس کی تاریخ سے بھی Committment ہے' جس کا علم بردار کمیونزم بھی ہے۔ چنانچہ اس امت کے دل میں کسی کے خلاف نفرت یا تشدد کے لیے جگہ نہیں ہے' اس لیے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ساری مخلوق کے لیے سراپا رحمت و شفقت بن کر آئے تھے' آپؐ کے اسوۂ حسنہ کا فطری تقاضہ ہے کہ مسلمان کسی بھی جماعت کے خلاف خواہ وہ شرقی ہو یا غربی' مسلم ہو یا غیر مسلم' اپنے ہاں نفرت کے جذبات نہ رکھیں۔ علامہ ابن تیمیہ نے اپنے ایک خط میں قبرص کے عیسائی بادشاہ کو لکھا تھا' ''ہم ایک ایسی قوم ہیں' جو سب کے لیے بھلائی کی خواہاں ہے۔'' چنانچہ یہ کہنا بے جا نے ہوگا کہ تاریخ کے سٹیج پر امت مسلمہ کا ظہور ایک حق پرست اخلاقی اور انسان دوست جماعت کی شکل میں ہوا' جس کی وجہ سے وہ تاریخ میں ایک انقلابی اور صحت مند رول ادا کرنے میں کامیاب ہوئی۔

عہد رسالت میں جب کبھی مذہبی انتہا پسندی کا مظاہرہ دیکھنے میں آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ناپسند فرمایا۔ مثلاً بخاری اور مسلم کی ایک روایت میں آیا ہے کہ بعض مسلمانوں نے محترم ازواج مطہراتؓ سے رسول کریمؐ کی طاعت و بندگی کا ذکر سن کر یہ عہد کیا کہ وہ شادی نہیں کریں گے' ساری رات عبادت کیا کریں گے یا برابر مسلسل روزے رکھیں گے' لیکن آنحضرتؐ نے انہیں اس سے منع فرمایا اور ان کے سامنے اپنا اسوۂ حسنہ پیش کرتے ہوئے فرمایا: ''میں تم سے زیادہ اللہ کا خوف رکھتا ہوں' لیکن روزے بھی رکھتا ہوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور افطار بھی، نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ شادیاں بھی کرتا ہوں، جس نے میری سنت سے منہ موڑا، وہ میرے (نقش قدم پر) نہیں ہے۔"

رسول کریمؐ نے یہ واضح فرما دیا کہ مذہب میں اعتدال، توازن اور میانہ روی اختیار کرو اور خالق اور مخلوق کے دونوں کے حقوق کو پورا کرو۔ ہماری راہ نہ تو ترک دنیا ہے اور نہ ہی فنا فی الدنیا۔ چوتھے خلیفہ راشد کے زمانے میں ایک جماعت نے جس نے آگے چل کر "خوارج" کے نام سے اسلامی تاریخ میں نام پایا، انتہا پسندی کی راہ اختیار کرتے ہوئے خلیفہ راشد کے خلاف بغاوت کا جھنڈا بلند کیا۔ حضرت علیؓ نے انہیں مختلف طریقوں سے علمی اور فکری سطح پر سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کی، جس کی وجہ سے ایک اچھی خاصی تعداد پھر راہ حق پر آگئی۔ لیکن جو لوگ قرآن کے حقائق و مفاہیم سے وفاداری کی بجائے شعوری یا لاشعوری طور پر اپنے مفاد کے لیے ظاہری الفاظ کی تلاوت کرتے، لیکن وہ ان کے "حلق" سے نیچے نہ اترتی، جیسا کہ بعض روایات میں آیا ہے، قرآن کی آیت کریمہ کا از خود مفہوم متعین کرتے رہے، اور نتیجہ" انہوں نے تشدد کی راہ اختیار کی اور حضرت علی جیسے خلیفہ راشد کو جن کی تربیت۔ آغوش نبوت میں ہوئی تھی۔ شہید کر دیا اور مسلمانوں کا خون بڑی بے دردی سے بہایا۔ لیکن بیسویں صدی میں ناکام حکمران طبقہ کے خلاف مذہب کے نام سے جو سیاسی آواز اٹھائی گئی، اس میں انتہا پسندی دو وجہ سے آئی۔ ا۔ انہوں نے روح قرآن اور معانی کی بجائے قرآن کے ظاہری الفاظ کی پیروی پر زیادہ زور دیا، اور بعض اوقات اس نعرہ کو اپنایا جو خوارج نے قرآن مجید کی آیہ کریمہ ان الحکم إلا للہ پڑھ کر حکومت الہیہ کے نام سے لگایا تھا۔ جس پر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ بات تو ٹھیک کہتے ہیں، لیکن اس سے مقصد ان کا اپنا ذاتی مفاد (باطل) ہے۔ اگر یہ مذہبی تحریکیں "متن پرستی" کی بجائے ہماری اسلامی روایت کا جھنڈا بلند کرتیں، جس کے ترجمان علمائے حق رہے ہیں، تو یہ جماعتیں فکری لغزشوں سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محفوظ رہتیں۔ کیوں کہ ان کے پاس ایک جذبہ تھا اور ولولہ۔ ڈاکٹر فضل الرحمان کی نظر میں مذہبی تحریکوں کی بنیادی خامی یہ ہے کہ وہ جوش و جذبہ رکھنے کے باوجود ایک واضح فکر اور واضح بیان and Clarity of Expressim Clarity of Mind کی صلاحیت سے محروم ہیں۔ اس قسم کی رائے کا اظہار مرحوم مولانا مناظر احسن گیلانی نے بھی کیا تھا۔ انہوں نے موجودہ مذہبی انتہا پسندی کو "خوارج" کے ظہور سے تعبیر کیا تھا۔ چنانچہ جب تک وہ اپنی ان خامیوں کو دور نہیں کرتیں اور دوسرں کے نقطہ نظر کے بارے میں اسلامی اور جمہوری کلچر کو اختیار کر کے اپنی جارحانہ روش کو ترک نہیں کرتیں، ان کی کامیابی محل نظر ہے۔

۲۔ اس انتہا پسندی کی دوسری وجہ مسلم دنیا کے بارے میں مغرب کا ناقابل فہم رویہ ہے۔ ایک طرف مغرب مسلم دنیا کی سیاسی صورت حال سے ہمدری جتاتا ہوا کہتا ہے کہ مسلم دنیا سیاسی استحکام سے محروم ہے، اور بین الاقوامی جمہوری روایات کو اپنانے میں ناکام۔ دوسری طرف جو لوگ اپنے ملک میں سیاسی استحکام پیدا کرنے کے لیے اخلاص و سنجیدگی سے سرگرم عمل ہیں، وہ ان کی سرگرمیوں کی راہ میں رکاوٹ بن جاتا ہے، اور ان کی آزاد سیاسی پالیسی کو پسند نہیں کرتا اور یہ سمجھتا ہے کہ اگر مسلم دنیا علم و سائنس کے میدان میں ترقی کر گئی تو وہ اس کے حلقہ اثر سے باہر نکل جائے گی۔ چنانچہ وہ مسلم دنیا میں برابر ایسی سیاسی قیادت کی حمایت کرتا ہے، جو اپنے عوام کے مسائل حل کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ مغرب نے اس صورت حال کا فائدہ اٹھاتے ہوئے عربوں کے قومی وسائل کو اپنی تحویل میں لے رکھا ہے، یہی مغرب ہے جس نے عراق، کویت نزاع سے فائدہ اٹھا کر اپنی برق رفتار فوجوں سے اہل عراق کو تہس نہس کیا اور اب تک اس کے عوام اقوام متحدہ کے اقتصادی بائیکاٹ کی وجہ سے مشکلات کا سامنا کر رہے ہیں، اور طرفہ تماشہ یہ ہے کہ اسرائیل نے اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نصف صدی میں فلسطین اور عرب سرزمین پر اپنی فوجی برتری کا مظاہرہ کرنے کے لیے عرب سرزمین اور بیت المقدس پر ناجائز قبضہ جما رکھا ہے۔ لیکن اس کے خلاف کسی بین الاقوامی ادارے یا مغرب نے اقتصادی پابندیاں نہیں لگائیں۔ چنانچہ مسلم دنیا کے خلاف مغرب کی اس معاندانہ اور جانب دارانہ روش اور مسلم قیادت کی نااہلی کے خلاف مسلم نوجوانو کے جذبات کا بھڑک اٹھنا' یا ان میں احساس محرومی کا جاگ اٹھنا' ایک فطری امر ہے' جس کا کوئی بھی منصف مزاج آدمی انکار نہیں کرسکتا۔ عالمی سیاست میں مسلم دنیا کی غیر موثر آواز اور مسلم نوجوانو کا دنیوی اور مغربی سیاست سے بے زار ہو کر اپنے تشخص کی تلاش میں اپنے خدا کی طرف آنا' نہ صرف مسلم دنیا کے لیے بلکہ پوری انسانی جماعت کے لیے نیک شگون ہے' لیکن اس نازک مقام پر ہماری سیاسی اور مذہبی قیادت کا فرض ہے کہ

وہ نوجوانوں کے پاکیزہ جذبات میں نفرت و تشدد اور انتہا پسندی کے انگارے نہ پھینکے اور انہیں ضبط نفس کی تلقین کرتے ہوئے بتائے کہ وہ اپنے قومی وقار' متوازن فکر اور ملی حمیت کو مجروح کئے بغیر انفرادی اور اجتماعی خامیوں کا گہری نظر سے جائزہ لیں۔ مثلاً رشوت اور کرپشن نے ہماری تعلیمی' اقتصادی اور سیاسی زندگی کو بالکل اپاہج بنا دیا ہے' اس کرپشن کے خلاف جہاد میں جو وقت کا سب سے بڑا تقاضا ہے۔ ہر گروہ کا' سرکاری ہو یا غیر سرکاری' تعاون حاصل ہونا چاہیے۔ آج ہمارا سب سے بڑا دشمن خود ہمارے اندر بیٹھا ہوا ہے' اس کے خلاف لڑنا زندگی کا سب سے بڑا معرکہ ہے۔ اس معرکہ کو سر کئے بغیر ہماری مذہبی قیادت جس انداز سے اگلی صدی پر اپنی "برتری" قائم کرنے کے نعرے لگا رہی ہے' وہ ہمیں خود فریبی کے سراب میں اور دور تک تو لے جاسکتی ہے' ہمیں تمناؤں میں مزید الجھا بھی سکتی ہے' لیکن یہ نعرے ہمارے مرض کا علاج نہیں ہیں۔ چنانچہ ہمارے لیے بہتر ہو گا کہ ہم نفرت و تشدد کی راہ کو ترک کر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دیں' انتہا پسندی کی پالیسی سے خواہ وہ کسی نام سے سامنے آئے' ہاتھ اٹھالیں۔ ہماری صرف ایک ہی راہ ہے اور وہ ہے جس کی خبر آج سے چودہ سو سال قبل قرآن مجید اور انسانیت کے سب سے بڑے محسن نے دی ہے اور وہ ہے اعتدال اور توازن کی راہ! عقل و دانش اور علم و فلسفہ کی راہ' نیکی اور حسن سلوک میں دوسروں سے تعاون کی راہ' خدا پرستی اور انسان دوستی کی راہ!

ع: عبادت بہ جز خدمت خلق نیست

(رشید احمد جالندھری)

☆ ★ ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com